پروفیسر محمد سعید شیخ
مترجم: جناب نیاز عرفان

اخوان الصفاء اور ان کا فلسفہ

اخوان الصفاء اہلِ علم و فکر کا ایک خفیہ حلقہ تھا جو ۹۸۳ء میں بصرہ میں قائم کیا گیا تھا، اور اس کی ایک شاخ بغداد میں بھی موجود تھی۔ اس حلقے کے خفیہ اجلاس میں اس کے ارکان فلسفیانہ اور علمی و مذہبی موضوعات پر مقالے پڑھا کرتے تھے۔

اخوان الصفاء کا پورا نام "اخوان الصفاء و خلّان الوفاء و اهل العدل و ابناء الحمد" تھا جس کے معنی ہیں "برادرانِ صفا، دوستانِ وفا، اہلِ عدل و فرزندانِ حمد"۔ یعنی یہ پاکیزہ اور باوفا دوستوں، انصاف چاہنے والوں اور قابلِ تعریف اخلاق کے علمبرداروں کی ایک جماعت تھی۔ اس حلقہ کا نام اخوان الصفاء رکھنے کی کیا وجہ تھی؟ اس کے بارے میں مختلف نظریات ہیں۔ گولڈ زیہر کا خیال ہے کہ اس نام کا تعلق کلیلہ و دمنہ کے قصے سے ہے، جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حیوانوں کے ایک گروہ نے جو ایک دوسرے کے مخلص دوست تھے ایک شکاری کے جال سے کس طرح نجات پائی۔ اخوان الصفاء کا بڑا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنی لافانی ارواح کی نجات کے لیے ایک دوسرے کے مددگار اور وفادار رہ کر کوشش کریں۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ اس گروہ کا نام اخوان الصفاء پڑنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ افلاطون کے اس عقیدے کے شدت سے قائل تھے کہ فلسفے کے مطالعے سے روح پاکیزہ ہوتی ہے۔ مگر آر۔ اے نکلسن اور لیوی نے ابن القفطی کی کتاب "تاریخ الحکما" کے حوالے سے ایک اور نظریہ پیش کیا ہے۔ اس نظریئے کے مطابق اخوان نے اپنا نام اس اعلان سے اخذ کیا تھا جس میں انھوں نے کہا تھا کہ ان کے زمانہ میں شریعت میں لاعلمی اور خطا کی آمیزش ہو گئی ہے اور اس آمیزش کو دُور کرنے کے لیے فلسفے کا مطالعہ ضروری ہے۔ اس اعلان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اخوان کا مقصد یہ تھا کہ فلسفے کے مطالعے کے ذریعے اسلام کی اخلاقی اور روحانی پاکیزگی کا اہتمام کیا جائے۔

مذہب میں اخوان الصفاء کا رجحان اعتزال اور شیعیت کی طرف تھا اور فلسفے میں وہ وسیع طور پر تمام فلاسفہ سے استفادے کی طرف مائل تھے۔ لیکن یہ خیال بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ اس خفیہ حلقے کے قیام کا بنیادی مقصد سیاسی تھا اور اخوان کا تعلق اس پراپیگنڈے سے تھا جو اسماعیلی فرقہ کے لوگ عباسیوں کے خلاف کر رہے تھے اور ان کا تصور مثل (IDEAS) اسماعیلی فاطمیوں، قرامطیوں اور حشیشین کے مذہبی و سیاسی نظریات کا مظہر تھا۔ فاطمی، قرامطی اور حشیشی سب کے سب عباسی حکومت کا تختہ الٹنا چاہتے تھے۔ اس نظریے کے حق میں بہت مضبوط شہادت ایک مخطوطے سے ملتی ہے جسے کاسانووا (CASANOVA) نے ۱۸۹۸ء میں دریافت کیا۔ اس مخطوطے میں رسائل اخوان الصفاء کے اقتباسات موجود ہیں اور ایک رسالہ "جامعہ" بھی شامل ہے جس کا اس سے پہلے علم نہ تھا۔ یہ رسالہ جو در اصل دوسرے رسائل کا خلاصہ ہے اسماعیلی نظریات کا حامل ہے۔ رسائل اخوان الصفاء جن کی تعداد ۵۲ اور بعض جگہ یہ تعداد ۵۱ یا ۵۰ بھی بیان کی گئی ہے، ایک مختصر عربی قاموس العلم یا انسائیکلوپیڈیا ہے، جس میں حکمیات، سائنس، مذہب اور فلسفے کی معلومات درج ہیں۔ یہ دنیا میں اپنی قسم کا پہلا دائرۃ المعارف یا قاموس العلوم ہے۔

رسائل کے مصنفین نے اپنے نام صیغۂ راز میں رکھے مگر اخوان الصفاء نے یہ رسائل کتب فروشوں کے پاس بھیج دیئے تاکہ وہ عوام تک پہنچ سکیں۔ بعد کے حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل لوگ اخوان الصفاء کے رکن اور رسائل کے مصنفین میں سے تھے: (۱) ابوسلیمان محمد بن معشر البستی المقدسی۔ (۲) ابوالحسن علی بن ہارون الزنجانی۔ (۳) محمد بن احمد نہرجوری یا مہرجانی۔ (۴) العوفی۔ (۵) زید بن رفاعہ۔

رسائل کا طرز تحریر قدرے طویل اور اکتا دینے والا ہے اور اس میں تکرار پایا جاتا ہے۔ ان میں ایسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جن میں تقدیس کا پہلو نمایاں ہے اور مذہبی قصص تمثیلی بیانات اور استعاروں کا عام استعمال ہوا ہے۔ در اصل یہ رسائل علما و فضلا کے لیے نہیں بلکہ عوام کے لیے لکھے گئے تھے۔ تاہم ان رسائل میں کئی علوم یکجا کر دیے گئے ہیں اور یہ ان تمام علوم کا احاطہ کیے ہوئے ہیں جو اخوان الصفاء کے نقطۂ نظر سے دسویں

صدی عیسوی میں مسلمانوں کا سرمایہ تھے ۔ ان رسائل میں سے ۱۴ ریاضی اور منطق پر ہیں، ۱۰ مابعد الطبیعیات پر، ۱۱ تصوف علم النجوم اور سحر پر اور ۱۷ اس قسم کے طبیعی علوم پر ہیں جیسے فلکیات حیاتیات، علم الابدان، علم الجنین (قبل از پیدائش بچہ کی حالت) طبیعیات، موسیقی، کیمیا، بشریات، وغیرہ ۔ اس قاموس میں علوم کی وہ قسم بندی بھی کی گئی ہے جو ارسطو سے منسوب ہے اور جسے اخوان الصفا نے فارابی سے اخذ کیا تھا ۔ اخوان الصفا کی جماعتی تنظیم اور اس کی نوعیت کا بیان بھی رسالہ نمبر ۴۵ میں موجود ہے ۔

یہ قاموس العلوم یا دائرۃ المعارف (یعنی اخوان الصفا کے رسائل کا مجموعہ) طبیعی علوم کے ماہرین کے لیے خاص اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ اس میں کئی قسم کے مظاہر فطرت کی تشریح کی گئی ہے جیسے مد و جزر، زلزلے، گرہن، امواجِ صوت (آواز کی لہریں) شہاب ثاقب، رعد، برق، بارش، شبنم، قوس قزح، برف، اولے، آب و ہوا، موسم، پھول، حیاتیاتی ارتقا، معدنیات کا بننا، وغیرہ وغیرہ ۔ اگرچہ یہ تشریحات عہدِ حاضر کے معیار پر پوری نہیں اترتیں اور سائنس کی جدید ترقی کے پیش نظر ان کو آج کل کے معیار پر جانچنا صحیح بھی نہ ہوگا ۔

فیثاغورس اور اس کے پیروکاروں کی مانند اخوان الصفا اعداد کے مطالعے سے بڑا لگاؤ رکھتے تھے ۔ رسائل میں جن تصوف کا بیان ہے، اس پر اعداد کا بڑا اثر ہے ۔ ان میں جادوئی مربع جات، اعداد مؤدّدہ (AMICABLE NUMBER) اور عددی اصناف کا ذکر ہے ۔ مثال کے طور پر ۴ کے عدد کی روحانی خصوصیت کی تشریح کے لیے ان اشیا کا ذکر کیا گیا ہے جو چار چار ہیں ۔ مثلاً چار عناصر، چار جسمانی رطوبتیں، چار طبائع، چار موسم، چار سمتیں وغیرہ ۔

بعد میں ان رسائل کی ہسپانیہ میں اشاعت ہوئی ۔ یہ یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ آیا یہ اشاعت اس زمانے کے مشہور ماہر فلکیات و ریاضی داں مسلمہ ابن احمد المجریطی نے کی یا اس کے شاگرد الکرمانی نے الکرمانی بھی ریاضی داں اور جراح تھا ۔ اگر مسلمہ نے اشاعت کی تو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ان رسائل کی تیاری کے فوراً بعد ہی یہ ہسپانیہ پہنچ گئے ۔ یہ بات تعجب خیز ہے کہ ہسپانیہ میں ان کی اشاعت اس امر کے باوجود ہوئی کہ بلادِ مشرق میں انھیں بدعت اور کفر کا حامل قرار دے کر جلا دیا گیا تھا ۔ ان رسائل کو ۱۱۵۰ء میں خلیفہ مستنجد باللہ کے حکم سے بغداد میں جلایا

گیا تھا۔ دراصل ان رسائل کی طباعت کے فوراً بعد ہی انھیں مفتی ابوسلیمان المنطقی السجستانی کو پیش کیا گیا تھا، جنھوں نے ان کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی تھی کہ ان میں غیر اسلامی فلسفیانہ افکار کو شریعت کے پردے میں چھپا کر پیش کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ اس مخالفانہ فتوے کے باوجود یہ رسائل پڑھے جاتے رہے اور ان کا مسلمان اور یہودی فلسفیوں پر کافی اثر ہوا۔ یعنی ابن جبرول و یہودا اصیلوی کی طرح امام غزالی اور ابن رشد بھی ان سے متاثر ہوئے۔

اخوان الصفاء کا فلسفہ انتخابی تھا۔ یعنی وہ کسی ایک مفکر کے پیروکار نہ تھے بلکہ انھوں نے مختلف فلاسفہ سے استفادہ کیا تھا۔ ان کے افکار زرتشتی، عیسائی، عبرانی، شامی، ہندی، عربی، یونانی عناصر کا مجموعہ تھے۔ اخوان ارسطو کے فلسفے سے اور خصوصاً ارسطو کی منطق اور نفسیات سے واقف تھے۔ "اثولوجیا ارسطو" (THE THEOLOGY OF ARISTOTLE) اور "سیب کی کتاب" (THE BOOK OF APPLE) وغیرہ جیسی فرضی تصانیف کے متعلق اس دور کے دوسرے مسلمان فلسفیوں کی طرح ان کا بھی یہی خیال تھا کہ یہ ارسطو ہی کی تصانیف تھیں۔ دراصل پہلی کتاب یعنی "اثولوجیا" فلوطین (PLOTINUS) کی کتاب "التاسوعات" (ENNEADS) کے آخری تین حصوں کا خلاصہ تھی، اور "سیب کی کتاب" افلاطون کی کتاب "فیدو" (PHAEDO) کی طرز پر کسی نامعلوم شخص نے لکھی تھی۔ اخوان الصفاء فیثاغورسی، افلاطونی اور نوفلاطونی نظریات پر زیادہ عبور رکھتے تھے۔ تاہم یونانی فلسفے کے بارے میں ان کا علم ان سے پہلے کے فلاسفہ کندی اور فارابی سے کمتر درجے کا تھا۔ اخوان سب کے سب یہ نظریہ بھی رکھتے تھے کہ سائنس، فلسفہ اور مذہب بنیادی طور پر ہم آہنگ ہیں، اس لیے وہ آزادی سے سوچنے کے قائل اور عادی تھے۔ اور وسیع النظری پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اخوان کے لکھے ہوئے رسائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ مختلف افکار سے استفادہ کرنے میں دیانت سے کام لیتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے یونانی فلسفہ، ایرانی اور ہندی کتب دانش اور یہودی اور عیسائی مذہبی کتب میں پیش کردہ افکار سے استفادہ کیا اور انھیں قبول بھی کر لیا۔ اس

بات کی شہادت چوتھے رسالے کے چھٹے حصے سے ملتی ہے، جس کے بارے میں اسٹینلے لین پول نے اپنی کتاب (STUDIES IN A MOSQUE) میں یہ کہا ہے کہ یہ "حضرت یسوع مسیح کی زندگی کا بہترین بیان ہے جو ہمیں عربی ادب میں ملتا ہے۔"

رسائل اخوان الصفاء کے سرسری مطالعے سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اس میں کئی الگ الگ رسائل ایسے ہیں جن میں بڑے اہم فلسفیانہ اور مذہبی مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ بعض رسائل کے ترتیب وار نام یہ ہیں: (۱۰) فرفوریوس (PORPHYRY) کی ایساغوجی (۱۱) ارسطو کی القاطیغوریاس۔ (۱۳) انالوطیقا اول (ANALYTICA PRIORA) (۱۴) انالوطیقا ثانی (ANALYTICA POSTERIORA)۔ (۲۷) انفرادی ارواح کا ارتقا۔ (۲۹) حیات وممات کا تصور۔ (۳۲) فیثاغورس کے روحانی اصول۔ (۳۳) اخوان الصفاء کے روحانی اصول۔ (۳۴) دنیا بطور انسان اکبر۔ (۳۵) فکر اور اس کا مقصد۔ (۳۶) افلاک کا تصور اور دنیا کے آغاز اور خاتمے کے متعلق نظریہ۔ (۳۷) روح کا خدا سے عشق اور ذاتِ باری کی آرزو۔ (۳۸) حشر ونشر، (۴۳) طریقت (الی اللہ)، (۴۴) روح کی بقائے دوام (۴۷) وحی نبوی وغیرہ۔

چونکہ اخوان الصفاء کا دعوے تھا کہ وہ فلسفے میں انتخابِ افکار کے قائل ہیں اور انتخابی فلسفہ عموماً ان مل بے جوڑ ہوتا ہے۔ اس لیے ان کے اپنے فلسفیانہ نظریات کی واضح اور مربوط تشریح قدرے مشکل کام ہے۔ اپنے زمانے کی سائنس اور مذہب میں مطابقت پیدا کرنے کی کوشش میں انھوں نے سائنس میں باطنیت یا روحانیت کا مسلک اختیار کیا اور مذہب کی مجازی اور تمثیلی توضیح کی۔ چنانچہ اس سے نہ تو اہل فلسفہ خوش ہو سکے اور نہ ہی اہل مذہب۔ ان کی تحریروں میں استعارہ، تشبیہ اور رمزگوئی عام پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے ان کا سمجھنا مشکل ہو گیا ہے۔ تاہم ان کے فلسفیانہ نظریات کو حتی الوسع تسلسل کے ساتھ ان تین عنوانات کے تحت جمع کیا جا سکتا ہے: (۱) نظریۂ علم، (۲) علم کائنات یا کونیات، (۳) اخلاقیات۔

نظریۂ علم

اخوان الصفاء کا نظریۂ علم افلاطون کے نظریۂ علم سے مشابہ ہے۔ اس نظریے کا انحصار نفس اور جسم کی دوئی پر ہے۔ نفس سے وہ فطرتِ انسانی کا روحانی اور عقلی عنصر مراد لیتے تھے۔

ان کے نقطۂ نظر کے مطابق علم کا مقصد یہ ہے کہ یہ نفسِ انسانی کو حسی سطح سے روحانی سطح اور ٹھوس سطح سے مجرد سطح تک بلند کر کے نفس کے اندر پاکیزگی پیدا کرے۔ مادی اشیا کی حس ہمیں اعضائے حسی کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ مگر منطق کے مجرد قوانین کا اور ریاضی کے بدیہیات (AXIOMS) کا علم نفس کو وجدانی طور پر بغیر جسمانی ذریعے کے حاصل ہوتا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نفس جسم سے الگ اور آزاد ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس کا ماخذ و مسکن عالمِ عقل ہے اور وہ حواس سے بالا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہی وہ عالم ہے جو افلاطون کے "مثل" (IDEAS)، منطق کے اصول، ریاضی کے بدیہیات، اقدار مطلق یا اقدارِ اعلیٰ اور مذہبی حقائق اور صداقتوں کا منبع و سرچشمہ ہے۔ مزید برآں یہ کہ نفس انسانی اس مادی دنیا میں آنے سے پیشتر بہیں رہتا ہے۔ اسی وجہ سے نفسِ انسانی دنیا میں آ کر بھی عقلی قوانین، روحانی اقدار مثلاً صداقت، حسن اور خیر کو یاد کرتا اور ان کی آرزو رکھتا ہے۔ سقراط کی مانند اخوان الصفا بھی اس بات کے قائل تھے کہ تمام حقیقی علم پہلے سے انسانی نفس میں موجود ہوتا ہے اور استاد اس علم کو نفس سے باہر نکالنے میں وہی کردار ادا کرتا ہے جو دایا زچگی میں ادا کرتی ہے۔ یعنی تدریس و تعلیم کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ذہن انسانی میں استاد کوئی معلومات بھر دیتا ہے۔ بلکہ وہ ان حقیقتوں کو بروئے کار لاتا ہے جو پہلے ہی سے شاگرد کے ذہن میں موجود ہوتی ہیں۔

تزکیۂ نفس کے لیے ضروری ہے کہ ایک فرد منطق و ریاضی جیسے مجرد علوم کی تحصیل میں ریاضت کرے۔ مگر نفس کا جزو سے کل اور ٹھوس سے مجرد اور حسی علم سے ماورائے حسی علم کی طرف حرکت کرنا ایک تدریجی عمل ہے۔ اس کے لیے ہمیں ان علوم کا مطالعہ کر کے ذہن کو تیار کرنا پڑتا ہے جو زیادہ طبیعی اور کم مجرد ہوتے ہیں اور بتدریج ان علوم کے مطالعے تک پہنچنا ہوتا ہے جو زیادہ مجرد ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر مسطح اقلیدس (PLANE GEOMETRY) کے مطالعے سے پہلے ٹھوس اقلیدس (SOLID GEOMETRY) کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اور ان دونوں کے بعد پھر خالص علوم ریاضی کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اگرچہ اخوان الصفا علوم ریاضی اور منطق کو ہم مرتبہ علوم گردانتے تھے مگر وہ منطق کو خالص علوم ریاضی کی نسبت ذرا کم درجہ دیتے تھے۔ مادی اشیا کے ساتھ بحث کرتے وقت خالص ریاضیات منطق کی نسبت بلند تر سطح پر پہنچ

جاتی ہے اور اس کا مادّی اشیا سے واسطہ کم تر ہے۔ ان کے نقطۂ نظر کے مطابق منطق کا درجہ طبیعیات اور مابعد الطبیعیات کے درمیان آتا ہے۔ کیونکہ طبیعیات میں ہم مادّی اجسام سے بحث کرتے ہیں اور مابعد الطبیعیات میں خالص ارواح اور فکرِ محض سے منطق (استخراجی اور استقرائی) ارواح کے تصورات اور مادّی اجسام کے تصورات دونوں سے بحث کرتی ہے۔ اخوان نے ریاضی کو منطق پر ترجیح دینے میں فیثاغورس کی پیروی کی تھی۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اخوان الصفاء کا علوم ریاضی اور منطق کے بارے میں نظریہ جدید نظریے کے مطابق ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر تزکیۂ نفس کا انحصار منطق اور علوم ریاضی میں تربیت پر ہے تو ان لوگوں کا تزکیۂ نفس کیونکر ممکن ہے جو فطری طور پر ان مجرد علوم کے مطالعے کے نااہل ہیں؟ کیا انھیں تزکیۂ نفس کی کوئی امید نہیں رکھنی چاہیئے؟ اس کے لیے اخوان نے ایک اور طریقہ بتایا ہے۔ ایسے لوگوں کے تزکیۂ نفس کی خاطر انھوں نے اعمالِ صالحہ اور شرعی زندگی پر زور دیا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ انبیائے کرام نے عوام کی اس کمزوری کے پیشِ نظر ہی اعمالِ صالحہ اور پابندیٔ شریعت کی تلقین کی تھی۔ کیونکہ یہ سب کے بس کی بات نہ تھی کہ وہ مجرد علوم مثلاً ریاضی اور منطق کا مطالعہ کریں۔

علمِ کائنات یا کونیات

مابعد الطبیعیات کے میدان میں اور علمِ کائنات کے بارے میں اخوان الصفاء نوفلاطونیوں سے خاصے متاثر نظر آتے ہیں۔ فلوطین کی مانند وہ بھی یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ خدا انسانی علم اور تفکیر سے ماورا ہے۔ ایک عام انسان کے لیے خدا کا وحدتِ محض کا تصوّر ممکن نہیں کیونکہ وہ ذاتِ باری کا تصور کرتے وقت کبھی بھی حسّی تصورات سے بالا نہیں ہو سکتا۔ مگر ایک فلسفی خدا کے بارے میں تصور قائم کرتے وقت ایک عام انسان کے مقابلے میں حسی تصورات سے بلند ہو جاتا ہے۔

اخوان الصفاء کے نزدیک ذاتِ باری تعالیٰ تمام امتیازات اور تضادات سے بلند ہے خواہ یہ امتیازات مادّی ہوں یا ذہنی۔ کائنات کے بارے میں اخوان الصفا کا یہ نظریہ تھا کہ کائنات کا صدور (ظہور) خدا سے ہوتا ہے۔ دنیا کے آغاز کے بارے میں یہی نظریہ نوفلاطونیوں کا

تھا۔ ان کے نقطۂ نظر کے مطابق مادّی دنیا کا خدا سے براہِ راست صدور نہیں ہوتا، بلکہ کئی مسلسل درمیانی واسطوں سے ہوتا ہے۔ صدور کے مختلف درجات اخوان الصفاء نے بالترتیب یوں بیان کیے ہیں :

۱۔ عقلِ اول، (۲) روحِ کائنات، (۳) مادّۂ قدیم، (۴) قدرت، (۵) مادّہ مکانی (۶) عالمِ افلاک، (۷) تحت القمری دنیا کے عناصر، (۸) معدنیات، نباتات اور حیوانات جو ان عناصر سے بنے ہیں۔ گویا اخوان الصفا کے مطابق یہ آٹھ جوہر ہیں۔ جن میں جوہرِ مطلق یعنی خدا کا اضافہ کر کے نو بنیادی جواہر بنتے ہیں جو نو بنیادی اعداد سے خاص رشتہ رکھتے ہیں۔ جدید قاری تو اس نظریے کو دیومالا کی طرز کا قصہ ہی قرار دے گا۔ مگر یہ نہ بھولنا چاہیے کہ یہ نظریہ انھوں نے اپنے زمانے میں مروج نوفلاطونیوں کے نظریے سے حاصل کیا تھا۔

اس نظریے کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ انسان کی روح (یا نفس) کا آغاز مبدائے اول سے ہوا اور آخر وہ خدا ہی کی طرف لوٹ کر جائے گی۔ ایک فرد کی روح، روحِ عالم کا ایک جزء ہے اور جسمانی موت پر یہ روح تزکیہ کے بعد روحِ عالم میں شامل ہو جاتی ہے اور روحِ عالم خود قیامت کے دن خدا سے جا ملے گی۔ موت ایک حشرِ اصغر ہے اور روحِ عالم کا خدا کی طرف لوٹنا حشرِ اکبر ہوگا۔

انسانی روح کا صدور روحِ عالم سے ہوا ہے اور تمام افراد کے ارواح کے مجموعے سے ایک ایسا جوہر وجود میں آتا ہے جسے انسانِ مطلق یا روحِ انسانی کہہ سکتے ہیں۔ تاہم ہر انفرادی روح مادّے سے ملوث ہے اور اسے بتدریج اپنے آپ کو اس آلائش سے پاک کرنا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے انسان میں کئی قوتیں پنہاں ہوتی ہیں جن میں اعلیٰ ترین قوتِ تفکیر اور مذہبی جذبہ ہیں۔ ان ہی کی وجہ سے فلسفہ اور مذہب وجود میں آتے ہیں۔ ہر فلسفے اور ہر مذہب کا منتہائے مقصود یہ ہے کہ انسان کی روح حتی الوسع خدا سے قریب سے قریب تر ہوتی جائے اور خدا کی صفات حاصل کر لے۔

اخلاقیات

اخوان الصفاء کے فلسفے کا محور اخلاقیات ہے، چونکہ اخلاقیات ہی سے صحیح طور پر تزکیۂ نفس

ہو سکتا ہے۔ ان کا نظامِ اخلاق روحانی اور متصوفانہ نوعیت کا ہے اور اس سلسلے میں بھی انھوں نے مختلف منابع سے استفادہ کیا ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ اخوان الصفاء کے ہاں روح اور عقل ہم معنی ہیں۔ ان کے نزدیک روحِ انسانی کی خاص ماہیت اور امتیازی خصوصیت اس کے قوائے عقلی میں پنہاں ہے۔ وہی اعمال اخلاقی طور پر صحیح کہلائیں گے جو کہ اصل فطرتِ انسانی کے مطابق ہوں یعنی جو عقلِ انسانی کے مطابق ہوں۔ ان کے الفاظ میں "وہی کام درحقیقت قابلِ ستائش ہیں جو مکمل طور پر عقلی محرکات سے پیدا ہوں۔" ان افکار میں کانٹ کے فلسفۂ اخلاق کی جھلک ملتی ہے۔ اخوان الصفاء یہ بھی کہتے ہیں کہ انسان میں روحانی کیفیات اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب وہ خدا سے محبت کرتا ہے اور اس سے وصال کی تمنا کرتا ہے۔ یہی عشقِ الٰہی سب سے بڑی نیکی ہے کیونکہ جو اسے پالیتا ہے اس کے اندر تمام مخلوقات کے لیے عفو و درگزر پیدا ہو جاتا ہے اور یہ عشقِ الٰہی ہی ہے جو روح میں سنجیدگی، قلبی آزادی، اور تمام دنیا سے رواداری سکھاتا ہے۔

ان کی اخلاقی رہبانیت کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے: جسم مادّے سے بنا ہے اور مرنے پر جسمِ انسانی مادّے ہی سے جا ملتا ہے لیکن روحِ انسانی خدا کی طرف سے آتی ہے اور اگرچہ یہ اس دنیا میں جسم سے منسلک رہتی ہے، بالآخر یہ خدا ہی کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ چونکہ انسانی روح کا منبع لافانی اور ابدی ہے اس لیے یہ اس دنیا میں ہوتے ہوئے بھی آخرت میں فلاح پانے اور ابدی بننے کا خواہشمند ہوتا ہے۔ اور چونکہ جسمِ انسانی فانی ہے اس لیے یہ عارضی مستقل کا متلاشی رہتا ہے۔ اخوان کے نظریّے کے مطابق تمام نیکیاں مثلاً علم، عقل، زہد اور شجاعت روح کی وجہ سے اور تمام بُرائیاں مثلاً جہالت، خطا، بے حیائی اور بزدلی جسم کی وجہ سے ہیں۔ اگرچہ بعض جگہ اخوان الصفاء یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ جسم کی موت، روح کی حیات ہے۔ تاہم وہ اندھا دھند ترکِ دنیا کی تعلیم نہیں دیتے بلکہ ان کے اپنے قول کے مطابق "جسم کی مناسب دیکھ بھال کرنا چاہیے تاکہ اس میں روح کو ترقی کرنے کا پورا موقع مل سکے۔"

انسان کامل کے بارے میں اخوان الصفا کا اپنا ایک خاص نظریہ ہے۔ اس نظریے میں ان کے انتخابیت پسند رجحانات مجتمع ہو گئے ہیں۔ ان کے مطابق صحیح انسانِ کامل وہ ہے جو مشرقی فارسی نسل سے ہو، اس کا مذہب عربی ہو، تعلیم بابلی ہو، اس کی ذہانت عبرانی ہو، اپنے عام کردار میں وہ عیسیٰ علیہ السلام کا تابع ہو، شامی راہبوں کی مانند عابد و زاہد ہو، طبعی علوم میں یونانیوں کی سی مہارت رکھتا ہو، اسرارِ قدرت کی تفسیر میں ہندیوں کی مانند ہو، مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک ہمہ گیر روحانی نقطۂ نظر سے وہ اہلِ تصوف میں سے ہو۔"

مدیر
خواجہ عبدالستار راز

ماہنامہ محدث کی خصوصی پیشکش
ایک جامع، مثالی اور علمی شاہکار

رسول مقبول نمبر
منظر عام پر

جس میں
ملک کے مشاہیر اہلِ علم حضرات کے علاوہ مولانا ابو الکلام آزاد اور قاضی سلیمان منصور پوری کے غیر مطبوعہ نادر اور فکر انگیز مقالات ہدیۂ قارئین ہیں۔

چند لکھنے والے

* سید ابو الاعلیٰ مودودی (تازہ غیر مطبوعہ تحریر)
* جسٹس بدیع الزمان کیکاؤس
* ڈاکٹر برہان احمد فاروقی
* ڈاکٹر امان اللہ خان
* حافظ نذر احمد
* مولانا محمد حنیف ندوی
* مولانا عزیز زبیدی
* ابو سلمان شاہجہانپوری
* پروفیسر خالد علوی
* عاصم نعمانی
* آباد شاہ پوری
* ثریا بتول
* نظر زیدی
* اختر راہی
* عبدالماجد (سابق) دریابادی — اور — کئی دوسرے مشاہیر

شعرائے کرام
* احسان دانش
* عبدالعزیز خالد
* منظور احسن عباسی
* عارف عبدالمتین
* حفیظ تائب
* شفیق کوٹی
* طاہر قریشی
* عبدالرحمٰن عاجز
* خواجہ عبدالستار راز

مستقل خریداروں کے لیے خاص رعایت
تاجر حضرات کے لیے معقول کمیشن

مجلس التحقیق الاسلامی، ماڈل ٹاؤن، لاہور
ٹیلیفون ۸۰۵۵۰۴